باب۔76

خیر و شر

☆ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۔

ترجمہ: جو اچھی کمائی کرتا ہے تو اُس کے لیے (مفید) ہے اور جو بُری کمائی اور کسب کرتا ہے تو (اس کا نقصان) بھی اُسی کو ہے۔(سورۃ البقرہ: آیت 286 کا حصّہ)

☆ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِندِ اللَّـهِ ۔

ترجمہ: (اے نبیؐ تم ان سے) کہہ دو سب اللہ کی طرف سے ہے۔(سورۃ النساء: آیت 78 کا حصّہ)

☆ مَّا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّـهِ وَمَا أَصَابَكَ مِن سَيِّئَةٍ فَمِن نَّفْسِكَ ۔

ترجمہ: تجھے جو نیکی پہنچتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اور جو بدی پہنچتی ہے وہ خود تجھ سے ہے۔ (سورۃ النساء: آیت 79 کا حصّہ)

☆ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۔ مِن شَرِّ مَا خَلَقَ ۔

ترجمہ: تم کہو، پناہ لیتا ہوں صبح کے رب کی۔ ہر (اس شئے کے) شر سے جس کو تو نے پیدا کیا۔(سورۃ الفلق: آیت 1 اور 2)

❖ اوپر بیان کی گئی پہلی تین آیتیں بہ ظاہر ایک دوسرے کے مخالف لگتی ہیں لیکن ان میں مطابقت موجود ہے۔

- پہلی آیت، کاسب کو ظاہر کر رہی ہے۔ نیک و بد دونوں کا کاسب اور فاعل، بندہ ہے۔ یعنی خیر اور شر دونوں بندے سے متعلق ہیں۔ پس ہمارے کاموں کا فاعل اللہ کو نہیں کہہ سکتے۔
- دوسری آیت کا مطلب یہ ہے کہ خیر 'وجود' سے پیدا ہوتا ہے۔ اور اللہ کا وجود ذاتی ہے۔ جب کہ شر 'عدم' سے پیدا ہوتا ہے۔ اور عدم، ہمارا ذاتی ہے۔ لہٰذا جتنے کمالات ظاہر ہو رہے ہیں وہ 'وجود' اور اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہوں گے۔ اور جتنے کام شر ہوں گے وہ ہماری عدمیتِ ذاتی کا تقاضہ ہیں۔ یوں شر، ہم ہی پر منحصر رہے گا۔ کہا جائے گا کہ خیر، اللہ کی طرف سے ہے اور شر، بندے کی طرف سے۔ شر میں بندہ، اللہ کی ڈھال بنے گا۔ گالیاں خود کھائے گا اور تمام تعریفات اللہ کو پہنچا دے گا۔

Siddiqui Publications

- تیسری آیت کا مقصد یہ ہے کہ خیر اور شر کی نمائش اور ان کا ظہور سب اللہ کی وجودِ بخشی کی وجہ سے ہے۔ اللہ اگر دیتا نہیں تو نہ بھلائی نمایاں ہوتی اور نہ بُرائی۔ خیر اور شر کا ظاہر ہونا' وجود' یعنی اللہ تعالیٰ سے ہے۔ وہ خیر و شر کا خالق ہے جب کہ بندہ کاسب اور فاعل۔ خیر، اللہ کی طرف جائے گا اور شر، بندے کی طرف۔

اب، مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ پر بھی کچھ غور کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوائے جتنے ہیں سب مخلوق ہیں۔ ان میں خیر و شر دونوں پہلو رہتے ہیں۔ یہ خیرِ اضافی کہلاتا ہے۔ بعض اشیا میں خیر غالب ہوتا ہے اور شر مغلوب۔ بعض میں اس کا عکس، opposite۔ اس کو خیرِ کثیر اور شر کثیر کہتے ہیں۔ خیرِ کثیر، حاصل کیے جانے کے لائق ہے اور شر کثیر، دور رکھے جانے کے قابل۔ مثلاً تجارت سے فائدہ اٹھانا خیرِ کثیر ہے۔ باوجود اس کے کہ اس میں سخت تکلیف اور بڑی محنت ہے۔ خیانت، رشوت، سود خوری اور چوری میں شر کثیر ہے حالانکہ اس میں محنت کم ہے اور راحت زیادہ۔ اس خیر و شر کا معیار کیا ہے ؟۔۔۔ سنو! ہم مذہبی لوگ ہیں۔ ہمارے پاس، جس کا حکم اللہ اور اس کا رسول دے وہ خیر ہے، اور جس سے منع کرے وہ شر۔

سوال یہ اٹھتا ہے کہ آخر یہ شر پیدا کہاں سے ہوا، کیا اللہ نے پیدا کیا ؟۔۔۔ نہیں، ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ تو خیر ہی خیر ہے۔ اس سے شر کیوں کر پیدا ہو گا۔ بات یہ ہے کہ اس کائنات میں جو بھی اللہ سے قریب تر ہو گا وہ خیر تر ہو گا۔ اور جو دور تر ہو گا وہ شر تر۔

یاد رکھو! ایک تعین یعنی valuation، دوسرے تعین کے لحاظ سے شر ہے۔ جس کو شر سمجھا جا رہا ہے اس میں بھی ہزاروں خیر ہیں۔ چھوٹے شر کے خیال سے بڑے خیر کو چھوڑ دینا بھی شر کثیر ہے۔ نظامِ عالم پر غور کرو تو جو کچھ ہو رہا ہے وہ خیر ہی ہو رہا ہے۔ دیکھو! ایک انجینئر کی نظر میں کسی مکان کے لیے واش روم کی بھی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی ڈرائنگ روم اور بیڈ روم کی۔ ہمارے خیال میں تو یہ تعین، یہ value estimation ہی شر کا مرکز ہے۔۔۔ یاد رکھو! جتنا اللہ جل مجدہٗ کی طرف بڑھو گے خیریت بڑھے گی اور شریت گھٹتی جائے گی۔

الحاصل، بھلائی خدا کا عطیہ ہے۔ اور بُرائی ہمارا کام ہے۔ ہر ایک کو اس کے اقتضا کے مطابق دینا بُرے سے بُرائی اور بھلے سے بھلائی کا نمودار ہونا، سب اللہ کی طرف سے ہے۔

دیتا ہے ہر ایک کو حکیم
جس کی جیسی طبیعت ہے

{حوالہ تفسیر صدیقی- پارہ 3 صفحہ 65 تا 67 پارہ 5 صفحہ 59 تا 62 اور پارہ 30 صفحہ 198، 199}